حرفِ آغاز

ایک ماہ سعودی عرب میں

★ سید جلال الدین عمری

سعودی عرب میں ہندوستان کے جو افراد بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ ان میں یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور پروفیسرس بھی ہیں، ڈاکٹر اور انجینئر بھی ہیں، مزدور اور کاریگر بھی ہیں۔ آئمہ مساجد اور مؤذنین بھی ہیں۔ اس طرح یہ افراد ہر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مختلف چھوٹی بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بعض دوستوں کی جو عرصہ سے سعودی عرب میں مقیم ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں، خواہش تھی کہ میں سعودی عرب آؤں اور کچھ وقت ان کے ساتھ گزاروں۔ گزشتہ سال اس کی انھوں نے باقاعدہ دعوت دی تھی لیکن میں اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہ جاسکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال اس کا موقع عنایت فرمایا۔

۱۵ فروری ۱۹۹۰ء کو ۱½ بجے ایئر انڈیا سے روانگی تھی۔ سفر سے پہلے ہی میں عمرہ کا ارادہ کرچکا تھا۔ حسنِ اتفاق ہے کہ اسی جہاز سے رفیق مکرم جناب صالح بن علی شنبیبی صاحب بھی عمرہ پر جارہے تھے۔ ان کی وجہ سے سفر میں بڑی سہولت رہی۔ ہم دونوں نے دہلی ایئرپورٹ ہی پر احرام باندھ لیا۔ وہیں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ ½۶ بجے جدہ ایئرپورٹ پہنچے تو مغرب کا وقت تھا۔ مغرب کی نماز ایئرپورٹ پر پڑھی۔ کسٹم وغیرہ سے فارغ ہوکر ۸ بجے کے قریب باہر نکلے تو برادرم جلیل اصغر صاحب، جناب محمد عبدالعظیم صاحب، عبدالقیوم صاحب اور سعید شنبیبی صاحب وغیرہ موجود تھے۔ رات جدہ میں گزاری۔ بعد نمازِ فجر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ہم دونوں کے ساتھ محترم محمد عبدالعظیم صاحب، سعید شنبیبی صاحب اور ایک دوست کے نوجوان صاحبزادے نے بھی عمرہ کا احرام باندھ لیا۔

محمد عبدالعظیم صاحب 'الخبر' سے اسی ارادہ سے آئے تھے کہ وہ اس ناچیز کے ساتھ عمرہ کریں گے اس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

۱۶ر فروری بروز جمعہ یہ مختصر قافلہ سعید بن شبیبی صاحب کی گاڑی میں جدہ سے روانہ ہوا۔ راستہ بھر سوچتا رہا کہ جس جگہ دنیا اخلاص کی دولت لے کر جاتی ہے وہاں ایک گنہ گار گناہوں کی پوٹ لے کر حاضر ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے وہ میرے گناہوں کو نہیں اپنے رحم و کرم کو دیکھے گا۔ اللھم مغفرتك اوسع من ذنوبنا ورحمتك ارجیٰ عند نا من اعمالنا۔

اسی احساس کے ساتھ سفر کٹتا رہا۔ کار ۱۲۰ کلومیٹر کی رفتار سے چلتی رہی۔ تھوڑی دیر میں نگاہوں کے سامنے مکہ مکرمہ تھا۔ وہ سرزمین تھی جسے ابراہیم خلیلؑ نے آباد کیا تھا۔ جہاں اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نے زندگی گزاری، جس کی گود میں دونوں جہاں کے سردار محمد عربیؐ، جن کے نام پر ہزار بار بھی قربان ہو جاؤں تو کم ہے، نے پرورش پائی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ مکہ جو ہر دور میں خدا کے بے شمار بندوں کے دلوں کا مرکز رہا۔ جو منبع نور ہے، جہاں سے دنیا کو ہدایت کی روشنی ملی اور نجات کا راستہ ملا۔ اب حرم کے قریب ہماری گاڑی رک گئی۔ وہ حرم جس کی عظمت اور تقدس کے تصور سے دل خالی ہو تو ایمان کی دولت چھن جائے۔ جس کے چپہ چپہ پر خدا کے بے شمار بندوں نے اپنی پیشانیاں رگڑی ہیں اور جس کے ذرہ ذرہ میں ان کے آنسوؤں کا سمندر جذب ہے۔ اب ہم باب السلام سے خانہ کعبہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دل بے اختیار خدا کے گھر کی طرف کھنچ رہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر چمٹ جاؤں، اپنے ہاتھ دیکھے، دونوں ہاتھ خالی تھے، کوئی سوغات نہ تھی لیکن یہ جانتا تھا کہ جس دربار میں جا رہا ہوں وہ غنی اور بے نیاز ہے۔ اسے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ وہ بڑا داتا ہے۔ وہ کسی کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اللہ کے ہزاروں بندے پروانہ وار اس کے گھر کے طواف میں، تسبیح و تحمید میں، دعاؤں میں، نماز میں اور آہ وزاری میں لگے ہوئے ہیں تو خیال آیا کہ کیا عجب کہ ان نیک بندوں کے ساتھ اس گنہ گار کی بھی مغفرت ہو جائے۔ ھم القوم لا یشقیٰ جلیسھم۔

خدا کے گھر کا طواف کیا۔ محمد عبدالعظیم صاحب کی کوشش سے حجر اسود کو بوسہ دینے کی سعادت ملی۔ مقام ابراہیم پر نماز پڑھی، دعا کی اپنے لیے، بیوی بچوں کے لیے، بوڑھی ماں

کے لیے اور دوستوں کے لیے۔ یہی تمنا ہے کہ زندگی اُس کے دین کی خدمت میں گزر جائے۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، بالوں کا قصر کرایا، جی بھر کر زمزم سے سیراب ہوا۔ مسجدِ حرام میں ہی جمعہ ادا کیا۔ جمعہ میں جلیل اصغر صاحب دو ایک ساتھیوں کے ساتھ حرم پہنچ گئے تھے۔ نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہوئے۔ اب یہ قافلہ دو گاڑیوں میں مقدس مقامات کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ منیٰ دیکھا، جمرات دیکھے، عرفات دیکھا، جبل رحمت پر پہنچے۔ دوستوں نے دعا کے لیے کہا۔ دعا سے پہلے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کر دیں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میرے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ ان پہاڑوں کے بیچ میں میری آواز کہاں تک پہنچے گی اور کون سنے گا؟ حکم ہوا تم اعلان کر دو، آواز کا پہنچانا ہمارا کام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حکم کی تعمیل کی اور حج کا اعلان کر دیا۔ پہاڑ جھک گئے تاکہ یہ آواز دور دور تک پہنچے۔ چنانچہ زمین کے گوشہ گوشہ میں یہ آواز پہنچی۔ حتیٰ کہ ماؤں کے پیٹوں میں بچوں نے یہ آواز سنی۔[۱]

ان روایات کا پایہ شاید کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ بعید بھی نہیں ہے کہ واقعتاً حضرت ابراہیمؑ کی آواز پوری دنیا میں گونج گئی ہو۔ یہ اس بات کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں یہ آواز پہنچے گی اور لوگ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے آئیں گے۔ چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو آواز بلند کی تھی وہ پوری دنیا میں سنی جا رہی ہے اور ہر طرف سے حتیٰ کہ کمیونسٹ بلاک سے بھی لوگ جوق در جوق اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے ہوئے خدا کے اس گھر کی طرف آ رہے ہیں۔ اسلام کی سربلندی کا بھی یہی حال ہے۔ اس کی آواز بلند ہو تو بظاہر اسے روکنے کے لیے پہاڑ کھڑے ہوں گے لیکن بالآخر اللہ نے چاہا تو وہ ہر جگہ سنی جائے گی۔ آج اس کے اثرات ہو سکتا ہے فوری طور پر محسوس نہ کیے جائیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ دنیا اس کی طرف لپکے گی اور اسے قبول بھی کرے گی۔ شرط صرف اخلاص اور حکمت کے ساتھ جد و جہد کی ہے۔ اس کے بعد ہم سب نے مل کر دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

شب میں مکہ مکرمہ سے جدہ واپسی ہوئی۔ جدہ میں دو تین دن قیام رہا۔ بے تکلف ملاقاتیں رہتی تھیں، دینی، علمی اور فقہی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ دوستوں کی فرمائش پر بعض اوقات

قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر پیش کرنے کی سعادت مل جاتی تھی۔ قیام برادرم جلیل اصغر صاحب اور جناب مجیب الرحمٰن صاحب کے ہاں رہا۔ دونوں حضرات کے مکان ایک ہی عمارت میں قریب قریب ہیں۔ دونوں نے خوب جی بھر کر خاطر تواضع کی۔ اللہ جزائے خیر دے۔

خدا کا شکر ہے سعودی عرب میں ہر جگہ محبت کرنے اور چاہنے والے موجود ہیں۔ پروگرام اس طرح بنایا گیا تھا کہ ایک مہینہ میں تمام اہم مقامات کا دورہ ہو جائے تاکہ ہر جگہ کے دوستوں سے ملاقات ہو سکے۔

اب مدینہ منورہ روانگی تھی۔ صبح سویرے جدہ سے روانہ ہوا۔ ائرپورٹ پر اختر حسین صاحب موجود تھے۔ ان کا تعلق کرناٹک سے ہے اور انجینئر ہیں۔ وہ اپنے گھر لے گئے۔ ناشتہ کے بعد میں نے کہا کہ سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ میں حاضری ہے۔ انھوں نے مسجد نبوی تک رانہمائی کی اور اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔ مسجد نبوی کے نظارہ سے آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں۔ سنا ہے یہاں جنیدؒ و بایزیدؒ جیسے اللہ والوں کی زبان بھی بند ہو جاتی ہے۔ میری زبان بھی کھل نہیں رہی تھی۔ ادب مانع تھا۔ ذہن اس کی ابتدائی تاریخ میں گم تھا۔ ایک ایک کر کے اس کے نقوش صفحۂ ذہن پر ابھرنے لگے۔ یہی مسجد تعلیم و تربیت کا مرکز تھی۔ یہاں ذکر و فکر اور تعلیم و تدریس کے حلقے قائم تھے، یہیں مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے، یہیں فوجوں کی تنظیم ہوتی تھی، یہیں مال غنیمت تقسیم ہوتا تھا۔ یہیں سے دنیا کی قسمت کا فیصلہ ہوا، تاریخ کا رخ موڑا گیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹے گئے، یہیں سے دنیا نے دیکھا کہ دین کے ساتھ سیاست، قوت و اقتدار کے ساتھ عدل و انصاف اور زہد کے ساتھ زیرکی اور دانائی جمع ہوتی ہے۔ سینہ میں جذبات کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ اس کا رخ کبھی ایک طرف ہوتا اور کبھی دوسری طرف۔ کبھی اپنی اس خوش بختی پر نازاں کہ آج اس جگہ پہنچا دیا گیا ہوں کہ جہاں کی ایک نماز ہزار نمازوں سے افضل اور برتر ہے جہاں وہ ہستی آرام فرما ہے جس کے نام سے ہمارا وجود ہے۔ جس سے نسبت سب سے بڑا شرف اور جس کے غلاموں کا غلام ہونا سب سے بڑی سعادت ہے۔ کبھی یہ احساس کہ اس دربار میں تو پاک صاف دل کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو دل آلائشوں سے ناپاک ہو اسے کیسے پیش کیا جائے؟ یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی قیمت ہے۔ جو دل پتھر کی طرح سخت ہو وہ کہیں ناقابل قبول نہ ٹھہرے؟ پھر یہ احساس جاگ اٹھا کہ دنیا کے سب سے بڑے مزکی کی یہ آرام گاہ ہے۔ یہیں سے دنیا نے تزکیہ و طہارت کی بہار

دیکھی ہے۔ مایوسی کفر ہے۔ اے خدا! تزکیہ سے محروم لیکن تزکیہ کی طلب میں تیرا ایک گناہگار بندہ یہاں دست بستہ سر جھکائے کھڑا ہے۔ اے اللہ اس کی طلب میں خلوص عطا فرما اور اسے اس سے زیادہ نواز دے جتنا وہ چاہتا ہے یا چاہ سکتا ہے۔ اس کی تمنائیں محدود۔ لیکن تیرا کرم بے پایاں۔ تو اپنے شایانِ شان اس پر کرم فرما۔

میں ظہر کی نماز سے کافی پہلے مسجد نبوی پہنچ چکا تھا لیکن اس کے باوجود مسجد بھری ہوئی تھی۔ ہزارہا افراد نماز، تلاوت اور ذکر واذکار میں مشغول تھے۔ نماز ظہر سے فارغ ہوا تو اطہر حسین صاحب مل گئے اور گھر لے گئے۔ عصر کی نماز ہم دونوں نے مسجد نبوی ہی میں ادا کی۔ پہلے سے طے تھا کہ فاضل دوست ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی حرم میں ملیں گے۔ انھیں دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ فصیح عالم صاحب بھی ساتھ تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب اعظمی عمری مدنی کے ہاں ہم سب چائے پر مدعو تھے۔ ان کے گھر پہنچ کر پر تکلف چائے پی، وہیں ڈاکٹر ف عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ موصوف نے جوالیقی کی 'المعرب' کو ایڈٹ کیا ہے اور ابھی حال میں وہ شائع ہوئی ہے۔ انھوں نے اس کا ایک نسخہ ہدیہ فرمایا۔ مغرب کی نماز کے لیے ہم پھر مسجد نبوی پہنچ گئے۔ اس وقت ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن بھی ساتھ تھے۔ نماز کے بعد 'روضۃ من ریاض الجنۃ' میں دو رکعت کے لیے بہ مشکل جگہ ملی۔ روضہ مبارک کے پاس پہنچ کر درود وسلام پڑھا اور آنسو پونچھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ رات میں اختر حسین صاحب کے گھر کچھ دوست احباب جمع تھے۔ اچھی صحبت رہی۔

دوسرے روز فصیح عالم صاحب اور ایک دوست کے ساتھ مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ مسجد قبا اور مسجد ابوبکرؓ میں نماز پڑھی۔ ۱۱ بجے کے قریب جامعہ مدینہ منورہ کے قریب طے شدہ پروگرام کے تحت ایک مکتبہ میں پہنچے۔ وہاں ڈاکٹر اجمل اصلاحی صاحب انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ دو ایک مکتبے دیکھے۔ اجمل صاحب کتابوں کے عاشق ہیں۔ انھیں عربی کی جدید مطبوعات اور قدیم کتابوں کے نئے ایڈیشنوں کے بارے میں بڑی معلومات رہتی ہیں۔ گھر پر اچھا خاصا کتب خانہ جمع کر رکھا ہے۔ دوپہر کا کھانا ان ہی کے گھر تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ مدینہ منورہ میں کچھ دن اور قیام ہو۔ دوستوں کا بھی اصرار تھا۔ لیکن پروگرام کے تحت مجھے شام تک ریاض پہنچنا تھا۔ ڈاکٹر محمد اجمل صاحب، فصیح عالم صاحب، اختر حسین اور ایک دوست نے بعد عصر مدینہ ایئرپورٹ پر

رخصت کیا۔مغرب کے وقت ریاض پہنچا۔ ایر پورٹ پر سید اعجاز احمد ترمذی موجود تھے۔ان سے عزیزوں کے سے تعلقات ہیں۔اپنے گھر لے گئے۔چائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد رفیق مکرم پروفیسر عبدالحق انصاری کے ہاں پہنچ گیا۔ وہیں قیام تھا۔عبدالحق صاحب کا گھر اپنا گھر تھا۔بڑا آرام رہا۔ ان کی شخصیت میں علمی سنجیدگی کے ساتھ خلوص اور محبت کی کارفرمائی بھی ہے۔ان کے دوست احباب ان سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اپنی مصروفیات کے باوجود انھوں نے میرے ساتھ کافی وقت صرف کیا۔جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ ریاض میں تین دن قیام رہا۔اس دوران میں رابطہ عالم اسلامی کے ہال میں ایک تقریر بھی ہوئی۔موضوع تھا۔"ہندوستان میں تحریک اسلامی کی رفتار کار" ہال بھرا ہوا تھا۔سامعین نے بظاہر توجہ سے سنا۔

اب مجھے سعودی عرب کے منطقہ شرقیہ پہنچنا تھا۔ اس کی پہلی منزل ظہران تھی۔ ریاض ایر پورٹ پر حیدر آباد کے عبدالعظیم صاحب نے رخصت کیا۔عبدالعظیم صاحب بڑی متحرک اور فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ پہلے فوج میں تھے لیکن اسلامی لٹریچر سے متاثر ہوکر اس سے استعفیٰ دے دیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔اب سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ان کی پانچ سالہ بچی کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اس کی معصوم زبان سے عربی میں مختلف دعائیں سنیں۔ اسلام کے بارے میں اسے اتنی معلومات تھیں کہ اس عمر کے بچوں میں مشکل ہی سے ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ اسے خوش و خرم رکھے اور دین و دنیا میں بامراد کرے۔

ظہران ایر پورٹ پر جناب رضوان اللہ خاں صاحب اور عابد سہیل صاحب موجود تھے۔ رضوان صاحب ظہران یونیورسٹی (U.P.M) میں استاذ ہیں۔ان سے اس وقت سے تعلقات ہیں جب وہ علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے۔ عابد سہیل صاحب ریسرچ کر رہے ہیں۔ سیدھے ہم لوگ رضوان صاحب کے گھر پہنچے۔ایک صاحب کے مکان پر عصر کی نماز کے بعد خواتین کو دین کی کچھ باتیں بتائی گئیں۔یونیورسٹی کی مسجد میں بعد عشاء خطاب رہا۔ اس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیئیس ۲۳ سالہ دور نبوت میں دعوت اسلامی کا کام کس طرح انجام دیا؟ رات کے کھانے پر بہت سے دوست احباب جمع تھے بڑی خوش گوار مجلس رہی۔ پروفیسر زغلول النجار ظہران یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ ان سے مسجد ہی میں ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالحق فون پر راقم کا تعارف کرا چکے تھے۔ بڑی گرم جوشی اور محبت سے ملے۔ ان کے گھر چائے بھی پی۔ بڑے خدا ترس اور اللہ والے بزرگ ہیں۔ دو ایک ملاقات ہی

میں اپنی شرافت اور نیک نفسی کا نقش ذہن پر بٹھا دیا۔

منطقہ شرقیہ میں ظہران کے علاوہ ارامکو کیمپ، الجبر، دمام، راس تنورہ، البقیق اور تحلیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ تحلیہ میں سمندر کے پانی کو صاف کرنے اور پینے کے قابل بنانے کا غالباً دنیا کا سب سے بڑا پلانٹ ہے۔ دور ہی سے اسے دیکھ سکا۔ ہر جگہ دوستوں سے بے پناہ محبت ملی۔ راس تنورہ میں ایک اسکول میں پروگرام تھا۔ اس ایک ہفتہ کے دورہ میں دمام مرکز بنا رہا وہیں سے مختلف مقامات پر آمد و رفت رہتی تھی۔ دمام کے پورے قیام میں احمد عبدالعظیم صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی احمد عبدالحلیم صاحب کا مہمان رہا۔ ان کے خلوص، محبت اور خاطر تواضع کو فراموش نہیں کر سکتا۔

ایک ہفتہ قیام کے بعد ۲ر مارچ ۹۰ء کو دوبارہ ریاض واپسی ہوئی۔ واپسی سے پہلے محترم عبدالعزیز صاحب اور جناب مجیب صاحب کے ساتھ بحرین کا پل دیکھا۔ سمندر پر اتنا لمبا پل پہلی مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان ہی دوستوں نے رخصت کیا۔ ریاض ایرپورٹ پر لینے کے لیے محترم دوست جناب سید حسین ذوالقرنین صاحب موجود تھے۔ ان ہی کے گھر پہنچا۔ وہ جس فلیٹ میں رہتے ہیں اس کی پہلی منزل میں عزیزم امین الہدیٰ فلاحی رہتے ہیں۔ اب کی بار قیام ان کے گھر رہا۔ ان سے تعلق علی گڑھ کا ہے۔ بعد عشاء کسی نہ کسی دوست کے ہاں کھانے کا پروگرام ہوتا۔ اس میں بہت سے نئے پرانے دوستوں سے ملاقات ہو جاتی۔ خدا کا شکر ہے کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی تھی۔

ریاض میں ایک طویل عرصہ کے بعد ڈاکٹر احمد تو تونجی سے ملاقات ہوئی۔ بڑی گرمجوشی اور محبت سے ملے۔ ادارہ کا ذکر آیا تو کہا اس وقت کرنے کا بڑا کام یہی ہے۔ اس سے ذہن کی گرہیں کھلیں گی اور تحریکوں کو غذا ملتی رہے گی۔ چلتے وقت بلوغ المرام کی شرح اور ایک گھڑی تحفہ میں دی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ سے ملاقات کو جی چاہ رہا تھا۔ ایک رفیق کے ساتھ دارالافتاء پہنچا۔ لیکن شیخ کی پیشگی مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اتنا موقع نہ تھا کہ ملاقات کی دوبارہ کوشش کی جاتی۔ برادرم ابرار احمد صاحب اصلاحی کے ساتھ مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے ڈائرکٹر جنرل الدکتور زید الحسین حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ مرکز کئی منزلہ شاندار عمارت میں قائم ہے۔ ان کے ایما پر کارکنوں نے مرکز کا معائنہ

کرایا۔ کتابوں کو تلاش کرنے، ان کو نکالنے، انھیں اپنی جگہ رکھنے کا سارا کام کمپیوٹر سے ہوتا ہے مخطوطات کو محفوظ کرنے اور جلد بندی جیسے کاموں کے لیے بھی جدید ترین مشینیں نصب ہیں۔ اس طرح کا نظم یقیناً مغربی ملکوں میں ہوگا لیکن کسی ترقی یافتہ ملک میں اس کا وجود شاید ہی ہو۔ اس ادارہ سے ریسرچ اور تحقیق کا کام کرنے والوں کی علمی مدد بھی کی جاتی ہے۔ اگر کوئی محقق بعض متعین موضوعات پر یہ جاننا چاہے کہ اس پر اب تک کیا کام ہوا ہے، آسانی سے معلوم کرسکتا ہے ادارہ سے اس طرح کی معلومات اسے گھر بیٹھے فراہم ہوسکتی ہیں۔ مخطوطات کی تفصیل بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

اب کی بار جن افراد کو فیصل ایوارڈ ملا اُن میں پروفیسر خورشید احمد اور پروفیسر محمد عمر چھاپرا بھی ہیں۔ ریاض میں قیام کے دوران ان حضرات کے ایوارڈ پانے کی تقریب تھی۔ دونوں حضرات سے غائبانہ تعارف برسوں سے تھا۔ دو ایک نشستوں میں ان سے ملاقات اور بات چیت کا موقع ملا۔ بڑی جاذب اور سنجیدہ شخصیتیں ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد نے بین الاقوامی طور پر بڑی اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ ایوارڈ اسی کا اعتراف تھا۔ پروفیسر محمد عمر چھاپرا اسلامی معاشیات کے ماہر ہیں۔ انگریزی میں ان کی متعدد تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ انھیں سعودی عرب کی شہریت بھی مل گئی ہے۔

ڈاکٹر سمیر عبدالحمید ابراہیم سے بعض دوسرے اصحاب علم کے ساتھ، ڈاکٹر عبدالحق انصاری کے گھر رات کے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ بڑی باغ وبہار شخصیت ہے۔ مصری ہیں لیکن پاکستان میں اُردو کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ ہندوستان کا بھی دورہ کرچکے ہیں۔ مصر میں اردو کے استاذ رہ چکے ہیں۔ اس وقت جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ میں پروفیسر ہیں۔ ان کے قلم سے متعدد اُردو کتابوں کے ترجمے نکل چکے ہیں۔ میری کتاب "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ" دیکھی تو کہا کہ اس کا ایک نسخہ بھجوادو۔ میں اس کا ترجمہ کروں گا۔ چنانچہ کتاب بھیج دی گئی ہے۔

مجھے عربی کے اہم مآخذ کی تلاش رہتی ہے۔ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض نے متعدد مآخذ شائع کیے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری کے ساتھ مکتبہ کے سکریٹری اور انچارج .... سے ملاقات ہوئی۔ ادارہ کی طرف سے کتابوں کی درخواست دی گئی تو انھوں نے بخوشی فوراً اس کی منظوری دے دی جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

ریاض میں قیام کے آخری روز WAMY کی مسجد میں میری تقریر "اسلام میں عورت کی سیاسی و سماجی خدمات" کے موضوع پر ہوئی۔ چھوٹی سی مسجد حاضرین سے بھری ہوئی تھی۔ الحمد للہ تقریر توجہ سے سنی گئی۔

دوسرے روز ریاض سے جدہ واپسی ہوئی۔ برادرم ابرار احمد صاحب، برادرم سید حسین ذوالقرنین صاحب اور عزیزم اعجاز احمد ترمذی نے رخصت کیا۔ جدہ ایئرپورٹ پر برادرم جلیل اصغر صاحب موجود تھے۔ رفیق مکرم جناب احسن مستقیمی صاحب نے بھی زحمت کی۔ وہ عمرہ کے لیے آئے ہوئے تھے۔

جدہ میں ایک ہفتہ قیام رہا۔ اس دوران میں عزیز دوست ڈاکٹر مسعود اقبال ندوی کی دعوت پر دوبارہ مکہ مکرمہ حاضری کی سعادت ملی۔ رات کے گیارہ بجے جلیل اصغر صاحب کے ساتھ طواف کیا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے اس گھر میں وہ کشش رکھ دی ہے کہ رات ہو کہ دن کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جب کہ اس کے چاروں طرف لوگ پروانہ وار طواف نہ کر رہے ہوں۔ رات میں غالباً خواتین کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے خواہش کے باوجود حجر اسود کو بوسہ دینا آسان نہ تھا۔ طواف وداع کیا اور واپسی ہوگئی۔ اسی مدت میں محترم ڈاکٹر ظفر اقدس جیلانی کی دعوت پر تقریباً دو دن کے لیے طائف بھی جانا ہوا۔ گھوم پھر کر دیکھا وہ جگہ بھی دیکھی جہاں دونوں جہاں کے سردار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے ہوش ہو گئے تھے جب کہ طائف کے سرداروں کے اشارے پر غنڈوں نے آپؐ کو لہولہان کر دیا تھا اور ہوش میں آنے کے بعد رحمت عالم نے ان کی ہدایت کی دعا کی تھی۔ اس جگہ عثمانی عہد کی بنائی ہوئی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ طائف میں مسجد حضرت عبداللہ بن عباسؓ میں نماز پڑھنے کی سعادت ملی۔ قبیلہ بنو سعد یہاں سے ستر اسی کلومیٹر کے فاصلہ پر آباد ہے۔ اسی قبیلہ سے دائی حلیمہ کا تعلق تھا۔ وہاں جانے کا ارادہ تھا لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے نہ جا سکا۔ طائف ٹھنڈا ہے اور سعودی عرب کے لحاظ سے سرسبز و شاداب بھی۔ شب میں ڈاکٹر ظفر اقدس جیلانی صاحب کے مکان پر سورۂ نساء کی بعض آیات کا ترجمہ اور تفسیر پیش کرنے کا موقع ملا۔ صبح جدہ بذریعہ کار واپسی ہوئی۔

رفیق محترم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے ساتھ ڈاکٹر عبداللہ نصیف سے تھوڑی دیر کے لیے ملاقات ہوئی۔ ان کی خدمت میں میں نے اپنی دو کتابیں "معروف و منکر" کا عربی ترجمہ "الامر

بالمعروف والنہی عن المنکر اور عورت اور اسلام کا انگریزی ترجمہ WOMAN AND ISLAM پیش کیں۔ رفیق محترم ہی کے ساتھ المجمع الفقہی کے افتتاحی اجلاس میں شرکت ہوئی۔

ادارہ کے لیے عربی کی اہم کتابوں کا ذکر آیا تو کئی ایک دوست ان کی خریداری کے لیے تیار ہوگئے میرے قدیم بے تکلف دوست جناب حبیب حامد عبدالرحمٰن الکاف صاحب نے جناب عمر بن عبداللہ بفلح صاحب سے اس کا ذکر کیا تو موصوف نے کئی ہزار روپیہ کی کتابوں کا نظم کرا دیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

مدینہ منورہ میں کتابوں کا ذکر آیا تو ایک نوجوان دوست نے جو حیدرآباد سے تعلق رکھتے ہیں اور اچھے خطاط ہیں۔ افسوس کہ میں ان کا نام بھول گیا۔ تفسیر قرطبی خرید کر دے دی۔

اس سفر میں کس کس کا نام لیا جائے۔ دوستوں سے اس قدر خلوص اور محبت ملا کہ عرصہ تک اس کی یاد رہے گی۔ اس کے انتظام میں برادرم ابرار احمد اصلاحی اور برادرم جلیل اصغر صاحب کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ انھوں نے جس طرح اس کے لیے دوڑ دھوپ کی اور وقت دیا اور پروگرام کو منظم کیا اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے اجر و ثواب سے نوازے۔

۱۶ر مارچ ۹۰ء کو برادر مکرم احسن مستقیمی صاحب کے ساتھ واپسی ہوئی۔ جدہ ایرپورٹ پر جلیل اصغر صاحب، حبیب الرحمٰن صاحب، عبدالقیوم صاحب اور بعض دوسرے دوستوں نے رخصت کیا۔ رات میں آٹھ بجے کے بعد دہلی ایرپورٹ سے باہر نکلے۔ تقریباً ۱۲ بجے شب میں علی گڑھ اپنے گھر پہنچا۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی تازہ پیش کش

مولانا سید جلال الدین عمری کی نئی کتاب

"اسلام میں خدمت خلق کا تصور"

خدمت خلق کا صحیح تصور، غلط تصورات کی تردید، خدمت خلق کا اجر و ثواب، خدمت کے مستحقین، وقتی خدمات، رفاہی خدمات، خدمت کے لیے انفرادی اور اجتماعی جد و جہد۔ موجودہ دور کے تقاضے۔ مصنف کے جاندار قلم نے ان تمام گوشوں کو نکھار دیا ہے۔

ایک اہم موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب، ہر فرد اور ہر ادارہ کے لیے یکساں مفید۔ آفسیٹ کی حسین طباعت خوب صورت سرورق۔ ضخامت: ۱۷۶ صفحات قیمت صرف =/۲۵ روپے

ملنے کے پتے:

۱۔ ادارۂ تحقیق، پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

۲۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی ۔ ۶